حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب
مدرس جامعہ دار العلوم حقانیہ

ہزاروں دلوں کی دھڑکن
حضرت شیخ صاحبؒ

قدرت کا کرشمہ عجیب ہے کہ جب قلم ہاتھ میں نہیں ہوتا اورسوچ وفکر کے دریا میں غوطہ زن ہوتا ہوں تو ذہن کے دریچوں میں ماضی کے بہت سارے واقعات ولطائف موجزن ہوتے ہیں اورالفاظ وتعبیرات کا ایک سیلاب موجیں مارتا ہے کہ روکنے کا نام ہی نہیں لیتا۔لیکن جب لکھنے کے لئے پرعزم ہوکر بیٹھتا ہوں تو سب کچھ غائب ہوکر قلم وقرطاس ایک طرف رکھتے ہوئے یاس وناامیدی کا شکار ہوکر غمگین ہوجاتا ہوں لیکن فورا ذہن میں ولاتا یئسوا من روح اللہ گردش کرتے ہوئے پرامید ہوجاتا ہوں اوردیر آید درست آید کا مقولہ بھی حوصلہ افزائی میں مزید چار چاند لگا دیتی ہے۔

مرجع الخلائق شخصیت

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ایسے اشخاص پیدا فرمائے ہیں جو مرجع الخلائق ہوتے ہیں انہیں لوگوں میں حضرت الاستاد مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنی رحمہ اللہ بھی تھے۔حضرت الاستاد کی زندگی پر قلم اٹھانا کچھ آسان نہیں کیونکہ وہ ایک جامع اورعبقری شخصیت تھے اورایک عظیم شخصیت پر لکھنے کیلئے ایک عظیم لکھاری کی ضرورت ہوتی ہے جسطرح ایک کتاب میں نظر سے گزرا تھا کہ مولانا ابوالکلام آزاد پر لکھنے کیلئے دوسرے ابوالکلام آزاد کی ضرورت ہے'' اسی طرح ڈاکٹر صاحب کی بھی ایسی شخصیت تھی۔ ان کی یاد میں آج آنکھیں نمناک ، دل فگار، ان کی آواز کانوں میں ابھی تک گونجتی ہے اوران کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے چند الفاظ زیر قلم لاتا ہوں۔

کہاں میں اور کہاں نکہت گل
نسیم صبح تیر ی مہربانی

حضرت لاہوریؒ کے سبق کا پشتو میں تکرار

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے درس کے ختم ہونے کے بعد میں پٹھان طلباء کو پشتو میں سارے سبق کا تکرار کرتا تھا کبھی کبھار حضرت اپنے خلوت خانے سے نکل کر صحن میں ہم کو دیکھ لیتے تو سننے کیلئے کھڑے ہوجاتے ہم طلباء ادباً واحتراماً کھڑے ہوجاتے تو حضرت فرماتے کہ بیٹھ جاؤ میں تمہارا درس پشتو میں سننا چاہتا ہوں۔''

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ فرماتے کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ دورۂ تفسیر میں شریک طلباء کرام کو علماء کرام کی جماعت کہتے جب کوئی عام آدمی شرکاء تفسیر کے درمیان بیٹھتا توان کو اٹھا کر فرمادیتے کہ ''علماء کو جگہ دینا یہ میرے سارے درس کو سن کر قلمبند کرتے ہیں ان کو جگہ میں وسعت دیدو''

حضرت درخواستیؒ کی مفسرانہ شان

حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی سے بھی قرآن سیکھا تھا وہ فرماتے تھے کہ حضرت درخواستی رحمہ اللہ کے درس قرآن کی شان بڑی عجیب اورنرالی تھی چونکہ وہ حافظ القرآن والحدیث تھے تواکثر تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القران بالحدیث پر توجہ دیتے اورفرماتے میں نے تفسیر آیات قرآنیہ انہیں سے سیکھی ہے۔

اساتذہ سے عقیدت ومحبت

چونکہ حضرت ڈاکٹر صاحب کو اپنے اساتذہ سے کمال عقیدت تھی تو استاد کے تذکرہ کے ساتھ انکے حیرت انگیز واقعات بھی ذکر کرتے حضرت درخواستی رحمہ اللہ کے تذکرہ ہونے پر فرمایا کہ حضرت درخواستی کو اللہ نے غضب کا حافظہ دیا تھا ایک ہی مجلس میں کسی واقعہ کے بارے میں حدیثوں کا انبار لگاتے تھے حضرت درخواستی رحمہ اللہ بڑے حاضر جواب تھے ایک مرتبہ ایک مصری عالم سے حضرت درخواستی نے پوچھا کہ آپ داڑھی کیوں نہیں رکھتے تومصری نے کہا الایمان فی القلب لافی اللحیۃ تو حضرت درخواستی رحمہ اللہ نے فرمایا الحیاء فی القلب لافی الایزار والقمیص فانزعھما یعنی حیاء تو دل میں ہوتی ہے لہٰذا شلوار اورقمیص دونوں اُتاردو۔

تفسیر قرآن میں حضرت الاستاد کے بڑے مربی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب تھے جنکو اللہ تعالیٰ نے مسئلہ توحید پر بیان کرنے کا عجیب ملکہ نصیب فرمایا تھا۔شرک وبدعت کے علاقوں میں بڑی جرأت، دلیری، کے ساتھ قرآن کریم سے توحید کے دلائل کے انبار لگادیتے، بدعت کے مقابلہ میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

© rasailojaraid.com

کو کھول کر بیان کر دیتے چونکہ وہ اپنے علاقے چھچھ کے مشہور عالم دین اور سرحد کے شاہ ولی اللہ مولانا نصیر الدین غور غشتوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ علاقہ کے چند دینی مسائل میں فکری اور نظری اختلاف تھا لیکن اس کے باوجود جب شیخ القرآن رحمہ اللہ اپنے علاقے میں تشریف لاتے اور کوئی ان مسائل کے متعلق پوچھ لیتا تو استاد کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے سائل سے کہہ دیتے کہ ''جا'' اور حضرت سے ان کے بارے میں پوچھ لینا۔ ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا ''یہی ہمارے اکابر ہیں کہ اپنے استاد کا کتنا احترام کرتے ہیں۔

شیخ غلام اللہ خانؒ اور حضرت رائے پوریؒ کی مجلس

ڈاکٹر صاحب نے شیخ القرآن کے بارے میں فرمایا کہ حضرت شیخ القرآن ایک دفعہ مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کی ملاقات کیلئے تشریف لے گئے تھے ملاقات کے دوران جب حضرت رائپوریؒ نے نام کے بارے میں پوچھا تو شیخ القرآن رحمہ اللہ نے فرمایا میرا نام ''غلام خان'' ہے تو حضرت رائپوری رحمہ اللہ نے فرمایا نہیں، تیرا نام غلام اللہ خان'' ہے اسی دن سے اللہ تعالیٰ نے مجھے غلام اللہ بنا کر اپنے دین کی خدمت لینے کی توفیق دی ہے۔ حضرت شیخ فرماتے میں کسی لولے، لنگڑے، چرسی، اور بدعتی پیر کو نہیں مانتا۔ پیر ومرشد ایسے ہوتے ہیں کہ غلام خان سے غلام اللہ خان بنادے۔

شیخ غلام اللہ خانؒ کی وسعت قلبی

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ جب مسجد قاسم علی خان میں حضرت شیخ القرآن رحمہ اللہ کو مسئلہ توحید بیان کرتے وقت کسی نے گلے پر چھرا پھیر کر ذبح کرنے کی کوشش کی اور اللہ نے بچا لیا۔ تو فرمایا کہ میں نے اس شخص کو اسی وقت معاف کیا ہے کیونکہ کسی نے اس کی ذہن سازی کی تھی کہ میں گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور واجب القتل ہوں اگر مجھے نہ قتل کرتے تو وہ شخص گنہگار ہوتا اب سب پر واضح ہوا کہ میں عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کا محافظ ہوں لہٰذا ایسے شخص کو معاف کر دیتا ہوں۔

حضرت شیخ القرآن کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ پنجاب میں تفسیر القرآن کا سلسلہ سب سے پہلے مولانا حسین علی واں بچھراں رحمہ اللہ نے شروع کیا تھا۔ وہ بھی چند سورتوں کے مضامین اور خلاصے پڑھا کر پھر میرے پاس بھیج دیتے کہ میں نے فلاں مولوی صاحب کو فلاں فلاں سورت کے خلاصے اور مضامین پڑھائے ہیں باقی ماندہ آپ پڑھائیں۔

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے بیان کے موافق فرمایا کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پنجاب میں مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے بعد میں نے درس قرآن شروع کیا اور اسکے بعد مولانا عبداللہ

درخواستی رحمہ اللہ اور مولانا غلام اللہ صاحب نے درس قرآن شروع کیا۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے تھے کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ ان دونوں حضرات کی بڑی قدر فرماتے تھے اور فرماتے کہ لاہور ترجمہ کی جڑ ہے اور یہ دونوں میرے پر ہیں۔'' ڈاکٹر صاحب کی اس بات کی تائید میں (راقم) نے والد محترم حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب المعروف بہ ''دیر بابا'' سے انہی الفاظ میں سنی۔

ڈاکٹر صاحب کو اپنے اساتذہ سے بہت محبت وعقیدت تھی دوران درس ان کے واقعات کثرت سے سناتے اور جھوم جھوم کر طلبہ سے کہتے کہ میرے وہ محسنین ہیں جن سے میں نے علوم کے خزانے سمیٹے ہیں۔ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ علوم دینیہ سے فراغت کے بعد یہیں اپنے استاد کے زیر سایہ 1954ء میں دارالعلوم حقانیہ میں علوم دینیہ کی خوشبو بکھیرنے میں مصروف ہوگئے اور حسامی و متنبّی تک طلباء کرام کو کتابیں پڑھاتے رہے

استاد محترم کے حضور میں

حضرت الاستاد کیساتھ راقم کا تعلق تلمذانہ اور نیاز مندانہ تھا، آپ احقر کے ساتھ نہایت برادرانہ سلوک کرتے۔ میران شاہ میں خدمت حدیث پر مامور تھے تو میں بھی ان کے قریب جامعہ حسینیہ نورک میر علی میں ہوتا تھا اور حضرت الاستاد کی ملاقات کے لئے منبع العلوم جاتا رہتا تھا۔ جاتے ہی ان کے ساتھ ضرور کھانا کھاتا اور وہ ہمیں مجاہدین کے قصے اور اپنے جہادی کاوشوں کا ذکر کرتے۔ میران شاہ میں ایک بڑی جامعہ مسجد (قاری مسجد) جسمیں قاری محمد دمان صاحب خطیب وامام تھے چونکہ قاری دمان صاحب دیر بابا جی صاحب کے ساتھ کوہاٹ میں طالب علمی کے ابتدائی سالوں میں رہے تھے اس شناسائی کیوجہ سے میں بھی اس مسجد میں جمعہ کے دن جاتا اور حضرت الاستاد بھی تشریف لاتے اگر وہ موجود ہوتے تو جمعہ کا بیان ان کے ذمہ ہوتا ورنہ ان کی عدم موجودگی میں اس ذمہ داری کو میں نبھالیتا۔

رمضان المبارک میں جب سرزمین اکوڑہ خٹک پر انہوں نے دارالعلوم کے قریب حاجی مختار احمد صاحب کے گھر پر طلباء کرام کو تفسیر پڑھانا شروع کیا تو میں بھی ان اولین طلباء کرام میں سے تھا جو اس حلقۂ تفسیر میں شریک تھے اس کے بعد دوسرے سال اپنی پرانی مسجد میں جو اب جدید عمارت میں تبدیل ہوچکی ہے اور اس کا نام فاطمہ مسجد ہے دورہ تفسیر شروع کیا۔ تو اس میں بھی شریک رہا اور جب مستقل طور پر جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے عظیم مسجد میں دورہ تفسیر شروع کیا تو اس میں بھی بحمد اللہ شریک رہا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع مصاحبت کے نصیب فرمائے فللہ الحمد

انداز تدریس

حضرت الاستاد کا ترجمہ قرآن بہت سہل اور فنون عربیہ کے قواعد سے لبریز ہوتا۔ قریب بیٹھے ہوئے طلباء

کی شامت ہوتی کبھی صرفی قانون پوچھ لیتے اور کبھی نحوی ضابطہ کا آیت قرآنی میں اجراء کے بارے میں سوال کرتے۔علم معانی اور بیان کے قواعد ولغات قرآنی کے لئے اشعار کے بارے میں بھی پوچھتے تھے جب کوئی طالبعلم جواب دیتا تو بہت خوش ہوتے اور اگر طالب علم خاموش رہتا تو بہت افسوس کرتے کہ طلباء کرام محنت نہیں کرتے اور حفظ وضبط سے کام نہیں لیتے۔

عربی اشعار کے ساتھ بہت لگاؤ تھا قرآن کریم کے ترجمہ کے دوران اشعار کو بڑے اچھے سلیقے سے اجراء کرتے مثلاً جب آدم علیہ السلام کے لئے مسجود ملائکہ کی بحث کرتے تو اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے کہ آدم علیہ السلام مسجود نہیں تھے بلکہ آدم علیہ السلام جہت سجدہ تھے اور یہاں لام الی کے معنی میں ہے جسے حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

الیس اول من صلیٰ لقبلتکم

واعلم الناس بالقرآن والسنن (ای الی قبلتکم)

اسی طرح جب بدعت اور شرک کا عقیدہ رکھنے والوں پر رد کرتے تو فرماتے یہ عقل کے اندھے ہیں ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔

کہ اللہ کے پلڑے میں وحدت کے سوا کیا ہے

جو کچھ مجھے لینا ہے لے لوں گا محمدﷺ سے

یہ ان لوگوں کے عقائد باطلہ ہیں فرماتے ”سب کچھ اللہ کا ہے سب کچھ اللہ سے ہی مانگا جائے“

جہادی آیت پر جب آجاتے تو آواز وجذبہ دونوں میں تیزی آجاتی اور سورۃ الانفال وتوبہ کو مزے لے کر پڑھاتے اور جہادی معاند اور مخالف لوگوں پر خوب تنقید فرماتے۔ جہادی آیت میں ان کے جوش وجذبے کی اصل محرک یہ تھی کہ تحریک آزادی پاکستان کے وقت بچپن میں پاکستانی تاریخ کے نشیب وفراز کا از خود مشاہدہ کیا تھا اور ان قربانیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور انگریزوں کے ظالمانہ جبر ورعونت کا کچھ حد تک مشاہدہ کیا تھا۔انہی وجوہ کے بناء پر جب کسی بے دینی اور بے راہ روی کو دیکھ لیتے یاسن لیتے تو آنکھوں میں آنسو اُمڈ آتے اور آیت قرآنی کے پڑھنے اور ترجمہ وتفسیر کرنے میں آواز ولہجہ بدل جاتا۔

خود ہی فرماتے تھے کہ تحریک پاکستان کے وقت ہم بچوں نے ایک تنظیم بنائی تھی اور گلی کوچوں میں جمع ہوکر حمایت پاکستان میں نعرے لگاتے اور بڑا نعرہ یہ تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ جہادی اشعار اور قصیدے پڑھتے۔

برسوں میں نمازی بن نہ سکا

ایک دفعہ نماز کے بارے میں آیت قرآنی پڑھ رہے تھے تو مسلمانوں کی حمیت اور دوسری طرف دینداری سے بے رغبتی کے بارے میں شعر فرمایا۔

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایمان کے حرارت والوں نے
یہ دل تو پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

عورت کے پردہ کے بارے میں فرمایا کہ عورت کو آنکھوں کا پردہ ضرور کرنا چاہئے کہ اس سے تو سب کچھ خراب ہو جاتا ہے اور ایک بہترین شعر داغ دیا۔

دل کی نہیں تقصیر مگر آنکھ ہے ظالم
یہ جا کے نہ لڑتیں وہ گرفتار نہ ہوتا

کبھی کبھار وجد میں آ کر ترجمہ کے دوران سنا لیتے

نمازیں جب قضاء ہو تب ادا ء ہو
نگاہیں جب قضاء ہو کب اداء ہو

چونکہ عربی اشعار سنتے وقت میں نے اپنے ذہن پر بھروسہ کیا تھا آج وہ زاویوں سے نکل نکل گئے ہیں بھول جانے پر افسوس ہے اور نہ لکھنے پر غم اندوہ ہوں۔

تفسیر کے دوران اپنے شفیق استاد مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کا نام بڑے پیار اور نرالے انداز سے لیتے عقیدت کیوجہ سے منہ میں مٹھاس پیدا لیتے اس طرح امام الاولیاء مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کا نام بڑے پیار اور محبت سے لیتے تھے۔

حضرت ڈاکٹر صاحب اپنے اساتذہ کرام اور علماء دیوبند کثر اللہ سوادھم اور عالم اسلام کے سرکردہ جہادی رہنماوں کے حالات وواقعات بڑے جوش وجذبہ سے بیان کرتے تاریخی واقعات ایسے انداز سے بیان کرتے جیسے انکا مشاہدہ کررہے ہوں۔

حضرت شیخ میدان جہاد میں

حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ ہمت وجرأت دینی غیرت، اخلاص اور دینی حمیت والے عظیم انسان تھے ان کے دل میں غیر اللہ سے خوف وڈر کیلئے کوئی جگہ نہ تھی۔ ''کلمة حق عندسلطان جائر'' کے پرتو تھے ہر کام میں اللہ کی رضا ملحوظ خاطر رکھتے، حکومتوں اور سپر طاقتوں کے پرواہ نہ کرتے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب چونکہ دارالعلوم حقانیہ

کے اولین شاگردوں میں سے تھے اور جامعہ حقانیہ کے درجہ بدرجہ ترقیاں انکی سامنے ہوئی تھی ان تمام ترقیات میں حضرت ڈاکٹر صاحب کی کوششوں اور مجاہدوں کو بھی دخل ہے۔ بقول شاعر……

ہمارا خون بھی شامل ہے تزیین گلستان میں

ہمیں بھی یاد کرلینا چمن میں جب بہار آئے

حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ حقانیہ کے اس تروتازگی کو دیکھ کر خوش ہوتے اور فرماتے کہ میں کبھی استاد محترم کے ساتھ اور کبھی دوسرے دوستوں کے ساتھ پیدل دور دور جا کر مدرسہ کیلئے چندہ لاتا۔

ہر دینی تحریک جس کا مقصد مملکت خداداد میں دین اسلام کا احیاء اور شریعت کا نفاذ ہوتا تو حضرت ڈاکٹر صاحب اس تحریک کے ہراول دستہ کا ایک عظیم رکن ہوتے۔ اور جدوجہد میں شریک ہوتے۔

الیکشن میں حصہ

غالباً ۱۹۹۳ء میں جمعیت کے اکابرین کے اصرار پر انہوں نے الیکشن میں حصہ لیا اور کتاب کے نشان پر لوگوں سے مہر لگانے کی مہم شروع کی میں بھی انکے ساتھ شریک تھا۔ (اگرچہ میں اسکا اہل نہیں تھا لیکن استاد محترم کے مشن میں خریداران یوسف علیہ السلام میں اپنے کو شمار کرانے کے لئے جلسوں میں شرکت کی)

چونکہ استاد محترم دین کے ہر کام میں مخلصانہ طور پر شریک ہوتے تو اس الیکشن میں بھی اخلاص کے ساتھ اپنے علاقے کے ایک بڑے خان بہادر کا بے جگری سے مقابلہ کیا بعض لوگوں نے جرگہ کے طور پر حضرت ڈاکٹر صاحب کو الیکشن نہ لڑے کے لئے عرض کیا تو حضرت ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ جب مجھے کہتے ہو کہ تم کاغذات واپس لے لو تو میرے مقابل کو کیوں الیکشن نہ لڑنے کا نہیں کہتے ہو کہ وہ میرے مقابلہ میں دستبردار ہوجائے۔

تذکرہ جہاد

حضرت ڈاکٹر سید شیر علی شاہ رحمہ اللہ کو جہاد سے حد درجہ شغف تھا ان کے رگ وخون میں جذبہ جہاد شامل تھا۔ شائد کوئی تقریب ایسی ہو کہ ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ اس میں شریک ہو اور جہاد کا تذکرہ نہ ہو۔ اگر جہادی تذکرہ کی کوئی موزون جگہ نہ ملتی تو دعا میں مجاہدین کا ایسی گرجدار آواز سے تذکرہ کرلیتے کہ لوگوں کے جان موہ لیتے ہر درس کے بعد جہاں جہاں مسلمانوں پر مظالم کئے جاتے ہیں ان کے بارے میں بڑے پرسوز انداز سے دعا کرتے، خصوصاً افغانستان اور پھر طالبان افغانستان کے بارے میں چونکہ وہ ازخود افغان جہاد میں شریک تھے۔

گوریلا کمانڈر جلال الدین حقانی سے ان کے گہرے مراسم تھے اور انکے کمان میں خوست، پکتیا اور پکتیکا

کے محاذوں میں شریک ہوئے تھے۔ جہادی محاذ کے واقعات کو بڑے طمطراق اور دلی جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے ہر چھوٹی بڑی محفل میں سنایا کرتے تھے۔

دوشہید بھائی

رحلت سے تین دن پہلے رحمٰن میڈیکل آر۔ایم۔آئی پشاور میں ملاقات کیلئے حاضر ہوا تو میرے ساتھ محترم دوست مولانا کفایت اللہ صاحب (مدرس جامعہ فاروقیہ حیات آباد پشاور) بھی تھے کمرہ میں ملاقات ہوئی تو حضرت ڈاکٹر صاحب کرسی پر تشریف فرما تھے ہم نے پاوں دبانا شروع کردیئے اور دوطلبہ جو توامین تھے انکی شہادۃ کا واقعہ سنایا۔تو میرے معزز دوست مولانا کفایت اللہ صاحب نے بھی اس واقعہ میں شریک ہونے کا تذکرہ کیا۔

حضرت ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ وزیرستان کے بڑے عالم مولانا وارث خان صاحب اور دیگر طلبا بمعہ ان دونوں بھائیوں کے جنکے نام عبدالرحمٰن اور نورالرحمٰن جو اکھٹے پیدا ہوئے تھے اکھٹے جام شہادت نوش کیا اور اکھٹے ایک تابوت میں بند تھے جب والدہ کو اطلاع دی گئی تو والدہ نے استقامت کے ساتھ جواب دیا کہ اللہ ! جب کسی پرندہ کے دو بچے اکھٹے چلے جاتے ہیں تو ان کا کیا حال ہوتا ہے میرے بھی دو بچے شہادت سے سرفراز ہوئے میں صبر کے علاوہ کیا کچھ کرسکتی ہو بس آپ کے حکم پر رضا ہونے کا اظہار کرتی ہوں۔

جب تحریک طالبان شروع ہوئی اور ملا محمد عمر رحمہ اللہ کے امیر المومنین ہونے پر سارے لوگ بیعت کرنے لگے تو حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ ان میں سب سے آگے تھے لوگوں کی توجہ دلانے اور تحریک طالبان کی تعاون کرنے میں ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کے خطبات وتحریرات نے بڑا کام کیا۔

ڈاکٹر صاحب نے عربی میں ایک رسالہ حركة الطالبان کے نام سے لکھا جسکی برکت سے عرب شیوخ اور پاکستان کے بڑے بڑے سرمایہ دار تحریک طالبان کے تعاون کیلئے متوجہ ہوگئے اور ماشاء اللہ روئے زمین پر اسلامی خلافت کا نمونہ قائم ہوگیا پانچ سال تک خلافت اسلامی کے زمزمے چہارسو گونج رہے تھے۔ خلافت کی بہاریں اور ثمرات پوری دنیا سے آئے ہوئے لوگوں نے مشاہدہ کئے اور الیکٹرانک میڈیا پر کانوں نے سنے اور آنکھوں نے دیکھ لیے۔ پھر ایک یہودی سازش کی بنیاد پر نائن الیون کا واقعہ ہوا اور خاص منصوبہ کیساتھ طالبان حکومت ختم ہوگئی اب اگرچہ طالبان حکومت ظاہری طور پر ختم ہے لیکن طالبان آج بھی موجود ہیں اور لوگوں کے دلوں پر حکومت کررہے ہیں حضرت استاد رحمہ اللہ کی تمنا تھی کہ افغانستان کی پاک زمین پر تحریک طالبان کا پاک نظام خلافت دوبارہ آجائے وماذالك على الله بعزيز۔

حضرت ڈاکٹر صاحب کے ساتھ الحمد للہ بہت دیر تک بیٹھنے اور مجلس کرنے کی سعادتیں بے شمار نصیب

ہوئی ہے اب چند مجلسوں میں والد محترم حضرت دیر بابا جی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کیساتھ بات چیت کا تذکرہ رقم کرتا ہوں۔

یادگار مجالس

09-11-2014 کو جمعہ المبارک کے دن عصر کے بعد والد محترم اور انکے نواسوں اور پوتوں کے ہمراہ حاضر ہوئے گھر کے اندر کمرہ میں تشریف فرما تھے پہلے بچوں سے قرآن سنا اور ان بچوں سے قرآن سننا ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کا معمول تھا کیونکہ یہ بچے بڑے اچھے لہجے میں قرآن پڑھتے ہیں قرآن کی تلاوت سننے پر ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ بہت خوش ہوئے اور سب بچوں کو پچاس پچاس روپیہ انعام دیا مجھے دے دیا تو میں نے عرض کیا کہ پچاس نہیں لیتا پھر سو روپیہ کا نوٹ دیدیا۔ پھر حضرت والد صاحب نے حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی طرف سے ہدیہ دینے کا واقعہ سنایا ڈاکٹر صاحب فرمانے لگے کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ طلباء کا زیادہ احترام کرتے اور ہر طالب علم کے ساتھ ''مولوی'' ضرور کہتے۔

حضرت لاہوریؒ کا تذکرہ

پھر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ فیروز سنز کے مالک دوران درس فرش پر بیٹھتے حضرت لاہوریؒ نے کبھی نہیں کہا کہ چٹائی پر بیٹھو لیکن جب طالب علم فرش پر بیٹھتا تو کہتے مولوی صاحب اٹھو چٹائی پر بیٹھو آپ کے فرش پر بیٹھنے سے دل دکھتا ہے۔

مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی خدمت

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ رات کے وقت حضرت شاہ جی رحمہ اللہ (مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ) تشریف لے آئے اور حضرت لاہوری رحمہ اللہ گھر تشریف لے گئے تھے ریل گاڑی میں سفر کرنے کی وجہ سے بالوں اور داڑھی پر غبار جم گیا تھا۔ دیوار کو ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور تھکاوٹ کے آثار ظاہر تھے تو میں نے مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے پاس آکر کہا کہ شاہ جی تشریف لائے ہیں خدمت کا بہترین موقع ہے پھر شاہ جی کو اپنے کمرے میں لاکر چارپائی پر بٹھا کر تکیہ رکھا اور دبانا شروع کیا۔

حضرت نے فرمایا ''خوب زور سے دباؤ'' پھر شاہ جی نے فرمایا بھائی تیل ہے میں سمجھ گیا اور تیل لاکر مالش کی (چونکہ اسوقت میں بڑی قوت والا تھا) پھر کنگھی مانگی تو میں نے کنگھی لاکر بالوں سے غبار صاف کیا پھر حضرت لاہوری رحمہ اللہ تشریف لے آئے اور ہمارے کمرہ سے لیکر اپنے کمرہ لے گئے چونکہ شاہ صاحب بیمار تھے تو حضرت نے عرض کیا کہ تم کمرہ میں نماز پڑھو میں نے مولانا سمیع الحق صاحب سے عرض کیا کہ پھر خدمت کا موقع ہے شاہ جی

اکیلے ہے لہذا فرض پڑھو اور جلدی آؤ تاکہ کچھ خدمت کر سکے عشاء پڑھ کر جب واپس آگئے تو شاہ جی نے فرمایا ''جا کے نماز پڑھو'' ہم نے عرض کیا کہ ''فرض پڑھی ہے اور تراویح میں گنجائش ہے'' اور میں نے کہا

نمازیں جب قضاء ہو تب ادا ہو

نگاہیں جب قضاء ہو کب ادا ہو

شاہ جی نے فرمایا تم تو بڑے شریر ہو پھر دبانا شروع کیا تو فرمایا ''خوب زور لگاؤ'' شاہ جی کے کھدر کپڑے تھے جو بہت موٹے تھے۔ دبانے کے دوران مجھ سے نام کا پوچھا تو میں نے عرض کیا ''شیر علی شاہ'' فرمایا سادات میں سے ہو میں نے کہا جی ہاں سادات میں سے ہوں۔ شاہ صاحبؒ نے ازارہ مذاق فرمایا ''کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر شمر امام زید العابدین کو بھی شہید کر دیتے تو سادات ختم ہو جاتے''۔

صبح مولانا صاحب شاہ جی کو مدرسہ میں گھما رہے تھے شاہ جی کے ساتھ چپل ہاتھ میں تھے تو میں نے لینا چاہا فرمایا تم بڑے ہو یا میں پھر چپل لیکر گھوم رہے تھے تو دوسرا ساتھی آیا اور اس نے چپل لینے کی خواہش کی تو شاہ جی نے فرمایا ''ایک چھٹانک کی چپل اٹھاتے ہو کمال یہ ہے کہ مجھے اٹھا کر کندھوں پر بٹھاؤ''

14-08-2015 کو بروز جمعۃ المبارک بعد از نماز عصر دیر بابا جی اپنے نواسوں اور پوتوں کیساتھ عیادت کیلئے حاضر ہوئے سلام ومصافحہ کے بعد ڈاکٹر صاحب نے بابا جی کے آنے پر بڑی خوشی کا اظہار کیا دیر بابا جی نے عرض کیا کہ آج دورہ حدیث کے طلباء کرام نے سورۃ یٰسین کا ختم کرکے آپ کے صحت یابی کے لئے اجتماعی دعا مانگی ڈاکٹر صاحب نے فرمایا بہت اچھا کیا ان شاء اللہ یہ دعائیں رنگ لائے گی'' پھر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے ''ایک بڑھاپا سو بیماری'' یعنی بڑھاپا از خود سو بیماریوں کی برابر ہے اور جب خارجی بیماریاں ساتھ ہو جائے۔ تو پھر تو بات اور بن جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ'' حضرت لاہوری رحمہ اللہ بالکل صحیح وقت پر درس کیلئے تشریف لاتے نہ ایک منٹ کم اور نہ ایک منٹ اوپر ایک دفعہ پانچ منٹ کے تاخیر سے تشریف لے آئے تو طلباء کرام کو معذرت کی کہ'' ایک بوڑھی عورت مسئلہ پوچھنے کیلئے آئی تھی اس لئے تاخیر ہوئی''

باتوں کے دوران شربت لایا گیا تو دیر بابا جی نے پینے سے معذرت کر لی۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ مقولہ ہے کہ من زار حیا ولم یذق شیئا فکانما زار میتا تو دیر بابا جی نے عرض کیا کہ ''حیا'' کہا ہے ''مریضاً'' نہیں کہا پھر ڈاکٹر صاحب نے بچوں سے تلاوت سننے کی خواہش کی تو بچوں نے قرآن سنایا۔

تاثرات

استاد محترم حضرت ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت اعلیٰ صفات سے نوازا تھا۔ فصاحت وبلاغت انکی

گھر کی لونڈی تھی ۔شعر وشاعری میں بے مثال تھے ہزاروں اشعار وقصائد ازبر تھے ۔ تدریس کے میدان میں یکتا تھے حدیث وقرآن کو بیان کرتے وقت ہر سامع یہ سمجھتا کہ روئے سخن میری طرف ہے ۔ مذہبی محافل ومجالس کی جان تھے حقوق انسانی کی ادائیگی میں بڑے محتاط تھے اپنی زندگی میں سارے ورثاء کواپنے حصے دیئے اورمرض الوفات میں اپنے بچوں کورشتہ داروں کے حقوق رکھنے کی تاکید کی ۔ ہمیشہ ہشاش بشاش رہتے اور ہر آنے والے سے خندہ روئی سے ملتے ۔ دین کے بارے میں مداہنت کے قائل نہیں تھے ۔ جب کسی دینی کام کرنے والوں میں کوئی خامی دیکھتے تو علی الاعلان کہہ دیتے کہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے ۔ مرد قلندر کا فیض پورے عرب وعجم پر چھایا ہوا ہے اپنے استاد محترم مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ اوران کے خاندان کے ساتھ تادم مرگ اپنی وفاواخلاص کا مظاہرہ کیا دین فروشی سے کوسوں دور تھے وہ سیاست کو دین کا حصہ سمجھتے تھے لیکن وہ سیاست جس کے ذریعے دین کا غلبہ اور پرچم اسلام بلند ہو وہ ایسے درویش صفت عالم تھے کہ ہر دینی تحریک والے انکو اپنا سرپرست سمجھتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب صوفی ہونے کیساتھ مجاہد تھے اور مجاہد ہونے کے ساتھ صوفی تھے ہر مشکل سے مشکل حالات میں سچ بولنے والے تھے ۔ جہاں بھی جاتے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیتے ۔ وہ مولانا سمیع الحق صاحب کے بچپن سے لیکر زمانہ وفات تک جوڑی دار تھے بقول مولانا قاری عبداللہ صاحب کہ آج ہر ایک کی جوڑی ہے لیکن مولانا سمیع الحق کی جوڑی آج نہ رہی حقیقی تعزیت وتسلی کے قابل مولانا سمیع الحق صاحب ہیں۔

علمی کمالات کے علاوہ تواضع وخاکساری آپ میں کوٹ کوٹ بھری ہوئی تھی ۔خطبات جمعہ وعیدین میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زینت اور مدارس دینیہ کے اجتماعات میں سٹیج کے حسن تھے ۔ اپنی لطافت وظرافت اور شیرین گفتاری کی وجہ سے ہر شخص کے دل میں جگہ بنائی ہوئی تھی ۔حضرت ڈاکٹر صاحب علم کا سمندر اور تقویٰ وجہاد کا حسین امتزاج تھے ۔غرض ان کی زندگی بہترین صفات کا مجموعہ تھی ۔آج ان کے جانے پر ہر دینی شعبہ میں ان کی کمی محسوس ہورہی ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں ان کا نعم البدل نصیب فرمائے اوران کے لئے آخرت کی مسائل کو آسان فرمائے ......

اس خاک کے ذروں سے ہے شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار